© rasailojaraid.com

۱۱ستمبر کی پہلی سالگرہ ــــ سات حیران کن حقائق کا انکشاف

موئزنام*

ترجمہ: عرفان شہزاد

۱۱ستمبر ایک زلزلے کی طرح تھا۔ حیران کن، المناک اور معلومات سے بھرپور۔ بالکل اسی طرح جیسے زلزلے نا قابل پیمائش گہرائی تک کی ارضیاتی معلومات کو ظاہر کر دیتے ہیں، ان حملوں نے ہمارے وقت کی سیاسی، معاشی اور فوجی ہیبت سے متعلق بعض ابھی تک نامعلوم حقائق کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ مزید براں حملوں کے بعد کے جھٹکے اور ان کے اثرات بھی اسی طرح حیران کن اور معلومات افزا تھے جیسے کہ خود یہ حملے۔ ان معلومات سے کئی حیران کن حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔

۱۔ فوجی برتری قومی سلامتی کی ضامن نہیں

گیارہ ستمبر سے ایک یہ حیران کن حقیقت سامنے آتی ہے کہ امریکہ کی نا قابل تسخیر حیثیت محض ایک افسانہ تھی اور یہ کہ بھاری فوجی اخراجات قوم کو اس کے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کافی نہیں۔ اس کے باوجود ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے دہشت گردی کے حملوں کا جواب اپنے فوجی اخراجات کو مزید اعلیٰ سطحوں تک بڑھا کر دیا۔ بش انتظامیہ نے ایک ایسا دفاعی بجٹ تجویز کیا جو دنیا میں دفاع پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والے دیگر ۲۵ ممالک کے مجموعی دفاعی بجٹ سے بھی زیادہ ہے۔ انہی ہتھیاروں اور منصوبوں پر مزید رقم خرچ کرنا جو ۱۱ستمبر کو کام نہ آئے کیا حیران کن نہیں۔

۲۔ اخلاقی معیار کی وضاحت سے اسٹریٹیجک تسلسل پیدا نہیں ہوتا۔

صدر بش نے بیان دیا تھا کہ اخلاقی معیار واضح رکھنا ان کی خارجہ پالیسی کا راہنما اصول ہے۔ صدر

* Moise Nam, "Seven Surprises on the First Anniversary of September 11th", /www.foreignpolicy.com/issue.septoct_2002/6surprises.html/

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوران کی ٹیم نے دنیا اور اس میں امریکی کردار کے بارے میں مضبوط اعتقادات کے ساتھ اقتدار سنبھالا۔ اس سے یہ تاثر ملا کہ ان کی خارجہ پالیسی، گو، متنازعہ بھی ہوسکتی ہے اور مخالفین کی تنقید کا بھی نشانہ بھی بن سکتی ہے لیکن بہرحال غیر مستحکم اور ڈانواڈول نہیں ہوگی۔ اس لیے یہ امر تعجب خیز ہے کہ کس طرح انتظامیہ کے فیصلے اس کے واضح بیان کردہ مقاصد سے اکثر متصادم رہے ہیں

صدر بش نے ایک ایسی خارجہ پالیسی کا وعدہ کیا تھا جو متکبرانہ اور مداخلت پسندانہ نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود عالمی امور میں امریکہ کی مداخلت اس قدر وسیع ہو چکی ہے، جتنی پہلے کبھی نہیں تھی۔ حکومت سنبھالتے ہی ان کی منکسر المزاجی کی جگہ اس پختہ یقین نے لے لی کہ واحد سپر طاقت کو اس بنیادی طور پر شورش زدہ اور خطرناک دنیا میں، اکثر اوقات اکیلے ہی قدم اٹھاتے ہوئے، امن نافذ کرنے کا نہ صرف موقع حاصل ہے بلکہ ایسا کرنا اس کی تاریخی ذمہ داری بھی ہے۔ جارج بش نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ اگر وہ منتخب ہوگئے تو معاشی بحران سے نڈھال ابھرتی ہوئی اقوام کے لیے مالیاتی گلوخلاصی کی حمایت نہیں کریں گے۔ ترکی اور برازیل دو ممالک کی حالیہ مثالیں ہیں جو اس ضمن میں بھاری امداد سے مستفید ہوئے ہیں۔

بش جب امیدوار تھے تو انہوں نے [دوسرے ممالک میں امریکی مدد سے] قومی تعمیر کا تمسخر اڑایا تھا، تاہم ان کی انتظامیہ افغانستان کی قومی تعمیر نو میں لگی ہوئی ہے اور جلد ہی یہی کچھ عراق میں کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔ بش اور ان کے وزیر خزانہ پال اونیل دونوں نے غریب ملکوں کی ترقیاتی امداد پر اخراجات پر کھلے عام تنقید کی تھی۔ چند ماہ بعد امریکہ کی بین الاقوامی ترقیاتی امداد میں انہوں نے ۴۰ سال میں سب سے زیادہ اضافہ تجویز کیا۔ ''آزاد تجارت کے صدر'' نے امریکی سٹیل کی صنعت کو فائدہ پہنچانے کے لیے شرمناک تحفظانہ اقدامات اور امریکی زراعت کے لیے خلاف اخلاق زر تلافی کی حمایت کی۔

وہی شخص جس نے لاطینی امریکہ کو اپنی حکومت کی ترجیح بنانے کا اعلان کیا تھا اس کے لیے کچھ نہیں کیا، جبکہ یہ نصف کرہ ارض ایک سے دوسرے بحران میں لڑھکتا چلا جا رہا ہے۔

دنیا اب نئے بحرانوں کی لپیٹ میں ہے جو کہ نظریاتی دیگچیوں میں پہلے سے پکے ہوئے ردعملوں سے محفوظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نظریہ پرست لوگ حیرانیوں کی زد میں زیادہ ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ کیا صدام حسین ۱۱ ستمبر کا ایک نشانہ بن جائیں گے؟

۱۱ ستمبر کو کسی شخص کے ذہن میں یہ گمان نہ تھا کہ یہ حملے اتنی جلدی صدام حسین کی حکومت کے خاتمے کا باعث بھی بن جائیں گے۔ یہ اس لیے اور بھی حیرت انگیز تھا کیونکہ اسامہ بن لادن متعدد بار صدام حسین کی مذمت اور اس کے حق حکمرانی کو مسترد کر چکا تھا۔ دوسرا یہ کہ ۱۱ ستمبر کے حملوں کے ساتھ صدام حسین یا عراق کا کوئی تعلق بھی ثبوت کے ساتھ سامنے نہ آ سکا تھا اور یہ بھی کہ القاعدہ کو بے اثر کرنے کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا۔

یہ اس لیے بھی تعجب خیز ہے کہ ۱۱ ستمبر سے قبل بش انتظامیہ نے صدام کو بے دخل کرنے کے لیے کسی جلدی یا ترجیح کا اظہار نہ کیا تھا۔ انتظامیہ کے نزدیک عراق میں حکومت کی تبدیلی دہشت گردی کے خلاف جنگ کا فطری تسلسل ہے۔ جبکہ ملک کے اندر اور باہر کے ناقدین ایسا نہیں سمجھتے۔

۴۔ نئے اتحاد، نئے تصادم۔

۱۱ ستمبر نے کئی ایسے اتحادوں کی نوعیت تبدیل کر دی جو اب تک دنیا کی اپنے طور پر تعریف متعین کرتے آئے تھے۔ سرد جنگ کے دوران یورپی ممالک روس کے خلاف امریکہ کے مرکزی اتحادی تھے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں روس امریکہ کا اہم اتحادی بن چکا ہے اور یورپی عراق اور مشرقِ وسطیٰ کے حوالے سے امریکی پالیسیوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

ان حملوں سے ایک ہفتہ قبل واشنگٹن میں میکسیکو کے صدر کی امریکہ کے بہترین دوست کے طور پر عزت افزائی کی گئی جبکہ پاکستان کے پرویز مشرف کو آمر سمجھا گیا اور ان کے ملک کو امریکہ کی معاشی اور ہتھیاروں کی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حملوں سے نئے اتحاد وجود میں آئے اور پرانے دھندلا گئے۔ درحقیقت جس رفتار سے امریکہ نے پرانے دشمنوں کے ساتھ نئے اتحاد بنائے وہ اسی قدر حیران کن ہے جس قدر اپنے روایتی دوستوں کے ساتھ اختلافات میں اضافہ ہونا۔

۵۔ دنیا بھر میں امریکہ کی مخالفت (Anti-Americanism) بھی ایک حیران کن امر ہے۔

۱۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کو فرانس کے اخبار ''لی مونڈے'' کی شہ سرخی تھی: ''ہم سب امریکی ہیں۔'' اس سرخی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ہزاروں بے گناہ شہریوں کی وحشیانہ ہلاکت کے بعد عالمی سطح پر امریکہ کے ساتھ یک جہتی کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ یہ یک جہتی کس قدر جلد زائل ہوگئی۔ ایک سال کے بعد، کبھی پائی جانے والی یہ یک جہتی تقریباً نظر نہیں آ رہی اور ہر جگہ امریکہ کے خلاف نفرت ابھر رہی ہے۔ بلاشبہ، امریکہ کی سپر پاور ہونے کی حیثیت اور اس کی پالیسیوں سے اس کے خلاف نفرت کے جذبات میں اضافہ ہوا ہے لیکن صرف امریکی پالیسیاں امریکہ کے خلاف نفرت کے پھیلاؤ اور شدت کی وضاحت نہیں کر سکتیں۔ یہ نظریاتی، ثقافتی، مذہبی اور نفسیاتی ذرائع سے پروان چڑھنے والا قدیم زرخیر مواد ہے جو امریکہ کے اقدامات کے خلاف وسیع اور اکثر اوقات غیر متناسب اور نامناسب نفرت کو جنم دیتا ہے۔ اکثر امریکہ سے اس لیے نفرت نہیں کی جاتی کہ اس نے کیا کیا، یا کیا کرتا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ کیا ہے۔ حملوں کے بعد ابھرنے والی امریکہ کے خلاف نفرت اسی قدر اہم، وسیع اور مضبوط ہے، جس قدر وہ قاتل نفرت جس نے دہشت گردوں کو ۱۱ ستمبر کے حملوں پر آمادہ کیا۔

۶۔ القاعدہ، انرون (Enron) اور ورلڈ کام (Worldcom): زیادہ معاشی نقصان کس نے پہنچایا؟

اپنے اقتصادی مرکز میں برباد کن جھٹکے کے بعد امریکی معیشت نے اس وار کو سہ لینے کی جس صلاحیت اور لچک کا مظاہرہ کیا وہ دہشت گردی کے حملوں سے سامنے آنے والی شائد سب سے زیادہ حیرت انگیز حقیقت ہے۔ بینکوں کی جانب دوڑیں نہیں لگیں، سٹاک مارکیٹ عملی یا مالیاتی طور پر نہیں گری، سرمائے کی منتقلی نہ ہوئی، اور نہ ہی بین الاقوامی تجارت یا لوگوں کی آمد و رفت پر کوئی مستقل رکاوٹ ظاہر ہوئی۔ کوئی عالمی کساد بازاری نہیں تھی۔ یہ حیران کن تھا کہ ان میں سے کچھ بھی وقوع پذیر نہ ہوا لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن یہ تھا کہ انرون، ورلڈ کام اور آرتھر اینڈرسن نے امریکی معیشت کو القاعدہ سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ بروکنگز انسٹی ٹیوشن کے محققین کا ایک مطالعہ اس پر اختتام پذیر ہوا کہ صرف ۲۰۰۲ء میں انرون اور ورلڈ کام کے دیوالیہ پن نے امریکی معیشت کو ۳۰ ارب ڈالر نقصان پہنچایا۔ یہ جھٹکا اس کے مترادف ہے جیسے تیل کی فی بیرل قیمت میں اچانک ۱۰ ڈالر اضافہ ہو جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۔ عالمگیریت زندہ اور رواں ہے۔

۱۱ ستمبر کے بعد وسیع تر امکانات کے برعکس یہ حملے عالمگیریت کے لیے کوئی تباہ کن دھچکا نہ ثابت ہوئے۔ بین الاقوامی تجارت اور سرمایہ کاری کسی بڑی رکاوٹ کے بغیر جاری رہیں اور گزشتہ سال ان میں اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ دنیا کو باہم جوڑنے والا غیر معاشی تعلقات کا پیچیدہ جال زیادہ گھنا اور زیادہ قابل دید ہو گیا ہے۔ دنیا بھر میں مختلف ممالک کی بیوروکریسی کے دفاتر اور اہل کار جو ۱۱ ستمبر سے قبل ایک دوسرے کو جانتے تک تھے اب روزانہ بنیادوں پر آپس میں رابطہ کرتے ہیں۔ لوگوں کی آگہی میں اضافہ ہوا ہے کہ عالمگیریت صرف سرمایہ اور انٹرنیٹ نہیں ہے۔ یہ تصور کہ عالمگیریت کوئی پسند یا ناپسند کا معاملہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے جس کو منظم کرنے کی ضرورت ہے اور اور جو ہمارے لیے مزید حیرت افزاء حقائق کا انکشاف کرے گی، ۱۱ ستمبر کی کئی پائیدار وراثتوں میں سے ایک ہے۔

[موئز نام فارن پالیسی میگزین کے ایڈیٹر ھیں]

© rasailojaraid.com